شیخ سعدی شیرازیؒ غزل کے آئینے میں

ڈاکٹر شائستہ ریاض
ہائیگام،سوپور، بارہمولہ،کشمیر
7051898442 ⁄889913314

ملخص

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مختلف قسم کے مخلوقات خلق کیے ہیں اور کتنے ہی مخلوق ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے مفید کارناموں کی وجہ سے معروفیت حاصل کی ہیں لیکن ایسے خوش قسمت افراد بہت کم ہیں۔جن کے یادگار کارنامے لوگوں کو ہمیشہ فیض پہنچاتے رہے ہیں۔حضرت شیخ سعدی ان بزرگوں میں ایک ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ایسے متعدد کارنامے انجام دیئے جن سے دنیا ہمیشہ فیض یاب ہوتی رہے ہے۔اور انشاءاللہ ہوتی رہے گی۔ایلخانی فتنہ کے ہاتھوں جب سرزمین ایران بے گناہوں کے خون سے لالہ زار تھی گھر ویران اور مسجدیں تباہ ہوئی۔علم وادب کے مراکز فنا ہوئی ۔کتاب خانے نذر آتش ہوئے بڑے بڑے عالموں کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔اسی زمانے ایک ہی نادرہ روزگار ہستی وجود میں آئی ۔جس کے ادبی کارناموں نے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرحم کا کام کیا۔یہ بزرگوار ہستی شیخ سعدی شیرازیؒ ہیں۔

اہم لفظیات:۔تعارف،ابتدائی زندگی،شُہرت،صوفی سعدیؒ،شیخ بحیثیت غزل گو۔

سعدیؒ ایران کے آسمان ادب کا وہ درخشاں ستارہ جس کی بدیع نظم ونثر نے فارسی زبان

کوفصاحت کے درجہ کمال پر پہنچایا۔جس نے بلاغت کا بہترین نمونہ پیش کیا اور حقیقت میں اپنے اس شعر کے مطابق:

ہفت کشور نمی کنندامروز بے مقالات سعد انجمی

آپ کا نام مصلح الدین بن عبداللہ شیرازی تھا۔لقب مصلح الدین اور سعدی تخلص تھا۔ ان کے والد اتا بک بن سعدی بن زنگی بادشاہ شیراز کے ملازم تھے اسی تعلق سے شیخ نے سعدی تخلص اختیار کی (ا) سال ولادت معلوم نہیں وفات کی نسبت سب متفق ہیں کہ 691ھ میں ہوئی۔عمر کی مدت عام تذکروں میں ۱۰۲ برس کی لکھی ہے اسی حساب سے سال ولادت ۵۸۹ھ ہوگا۔شیخ سعدی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ان کے باپ ان کی تربیت اس طرح کرتے تھے جس طرح ایک عارف سالک مرید کو تزکیہ نفس کی منزلیں طے کراتا ہے۔وہ بات بات پر ان کو ٹوکتے تھے اور ان کی غلطیوں پر تنبیہ کرتے تھے۔ان کے اثر سے شیخ کو بچپن ہی میں زہد و عبادت کا چسکا پڑ گیا تھا۔شیخ کے باپ نے ان کے بچپن ہی میں وفات پائی اور جس ناز و نعم سے پل رہے تھے۔وہ سامان جاتے رہے۔خود کہتے ہیں:

مرا باشد از حال طفلان خبرک کہ در طفلی از ازسر برفتم پدر

من آنگہ سرتاج درداشتم کہ سردرکنار پدر داشتم

اگر بروجودم نشستے مگس پریشان شدی خاطر چند کس

سعدی کے اجداد اہل دانش تھے اور علوم دینی میں شُہرت رکھتے تھے۔خود فرماتے ہیں۔

ہمہ قبلہ من عالمانِ دین بودند مرا معلم عشق تو شاعری آموت

شیخ سعدی شیرازی نے اپنی زندگی میں بلکہ ابتدائی جوانی ہی مین اپنی شہرت کا غلغلہ سا اور ان کی یہ ناموری اتابک ابوبکر کے زمانے میں کمال کو پہنچی بوستان میں کہتے ہیں:

کہ سعدی کہ گوئی بلاغت ربود درایام ابوبکر بن سعد بود(۲)

انہوں نے اسی زمانے میں 655ھ میں بوستان لکھی۔

زششصد فزون بود پنجاہ و پنج   کہ من گفتم این نامبردار گنج

اس کے ایک سال بعد گلستان تصنیف کی

درآں مدت کہ ماراوقت خوش بود   ز ہجرت شش صدو پنجاہ و پنج

ان تصانیف کے علاوہ سعدی کی کلیات میں قصائد ،غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مقالات اورعربی قصائد بھی ہیں۔

اس عظیم المرتبت شاعر کی وفات 691ھ ۔694ھ کے درمیان سالوں میں خودان کے وطن شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں مدفون ہوئے۔(۳)

شہرت:۔شیخ کی زبان بیان اورقوت گوئی کی وجہ سے زمانہ طالب علمی سے لوگوں میں ہر دل عزیز تھے اور ہر کوئی اس کو محبت اور شفقت کی نظر سے دیکھتا تھا اور جب آپ نے تالیف کی زندگی میں قدم رکھا تو اس کی سلاست، زور بیان، شستگی اور برجستگی کا چرچا زندگی میں ہی دور دور تک پہنچ گیا تھا۔

صوفی سعدی: شیخ سعدی ایک صوفی بھی تھے اور با قاعدہ سہروردیہ سلسلے کے بانی شیخ شیاب الدین سہروردی کے ہاتھ پر مرید تھے۔انھیں کی رہنمائی میں سلوک کی تعلیم پائی تھی اورتزکیہ نفس کے مراتب طے کیے۔وہ با قاعدہ بعض موقعوں پرتصوف کے موضوع پر وعظ کہتے تھے انھوں نے ایک ایک جگہ پیغمبر حضرت یحیٰؑ کے قبر پر اعتکاف کرنے کا بھی ذکر کیا ہے وہ اپنی کتابوں میں اکثر صاحب دل بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ کی تصانیف:۔کلیات شیخ کا قدیم ترین نسخہ کتب خانہ دیوان ہند India office میں موجود ہے جس کا ذکر نمبر ۱۱۱۷ ہے۔تاریخ استنساخ اول رجب ۷۲۸ھ یعنی شیخ کی وفات کے بعد قریب 36 سال ہے۔کاتب کا نام ابوبکر بن علی بن محمد ہے۔جس نے شیخ کے اصل نسخہ سے نقل لی ہے۔چنانچہ وہ لکھتا ہے منقول من خط الشیخ العارف السعدی اس نسخہ سے شیخ کا نام شرف الدین مصلح الدین پایا جاتا ہے اوراس میں حسب ذیل کتابیں ہیں۔

۱۔ عربی قصیدہ قافیہ میم

۲۔دوسرا رسالہ

۳۔بوستان جس کا نام یہاں سعدی نامہ لکھا ہوا ہے۔

۴۔گلستان

۵۔طبیعات

۶۔بدائع

۷۔خواتیم

۸۔قصائد عربیہ

۹۔ترجیعات

۱۰۔مقطعات

۱۱۔مجلس ہزل

۱۲۔ہزالیات

۱۳مطائبات

۱۴۔مفردات

جو کتابیں جو اس نسخہ میں داخل نہیں وہ یہ رسائل ہیے،غزلیات قدیم،صاحبیہ،مضحکات ایم اے پر فیسر دکن کالج پونا نے ترجمہ کر کے ہم کو عنایت کیا ہے۔

شیخ سعدی کی شخصیت پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شفقت لکھتے ہیں۔

استاد سعدی کے آثار خواہ نثر میں ایسے افکار اور عقائد کے مظہر ہیں جو ان کی ایک عمر کے تجربہ،غور وفکر۔آفاق والنفس کے مطالعہ سیر وسفر،مختلف قوموں اور ملتوں سے ملنے اور تاریخی واقعات کے مشاہدے سے حاصل ہوئے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

در اقصای عالم بگشتم بسی بسر بردم ایام باہر کسی

تمتع زہر گوشۂ یا فتم زہر خرمنی خوشہ یا فتم

ایسے ہی گراں بہا تجربوں کو سعدی نے نہایت موزوں اور دلکش عبادت نہایت برجستہ حکایات وامثال اوراشعار کے پیرائے میں بیان کردیا ہے اوراسی طرح بیان کیا ہے کی اس سے بہترین اخلاق اوراجتماعی اصولوں کا ایک نفیس مجموعہ اور بہترین ادبی فارسی کا ایک ایسانمونہ عالم وجود میں آیا ہے جس کا مطالعہ بدون تردید متعلمان رابکار آید۔ ومنترسلان رابلاغت افزاید۔ (۴)

شیخ بحیثیت غزل گو۔

شیخ پہلا شخص ہے جس نے غزل میں زاہدوں اور واعظوں کا پردہ فاش کیا ہے اور ریا کاری کی حقیقت اور باریک کارسازیوں کی قلعی کھولی ہے خیام نے رباعیوں میں اس مضمون کو ادا کیا تھا لیکن صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں شیخ کی طرح اور چھپی اور چھبتی ہوئی چوٹیں نہ تھی جن سے ریا کاروں کے دل برما جائیں۔

محتسب درفقاے رنداں است غافل از صوفیان شاہد باز(۵)

یعنی محتسب رندوں کا تعاقب کرتا پھرتا ہے لیکن شاہد باز صوفیوں کی اس کو خبر تک نہیں کی یہ چھپ چھپ کر کیا کرتے ہیں۔

شیخ سے پہلے غزل میں جو مضامین ادا کیے جاتے تھے صاف صاف سرسری طور پر ادا کردیتے تھے۔ شیخ نے طرز ادا میں بہت سی جدتیں کیں اور بیان کے نئے اسلوب پیدا کیے وہ ایک معمولی سی بات کو لیتے ہیں اور طرز ادا سے اس میں اعجوبگی پیدا کردیتے ہیں مثلاً ان کو کہنا تھا کہ گناہ سب کرتے ہیں فرق یہ کہ اور لوگ پردہ بپردہ میں کرتے ہیں اور ہم ریا کاری سے چھپاتے ہیں۔ اس مضمون کو شیخ اس طرح ادا کرتا ہے۔

ہیچ کسی بے دامن ترنیست امادیگراں بازمی پوشند ومابرآفتاب افگندہ ایم

شیخ سے پہلے عشق کے واردات اور معمالات نہیں بیان کرتے تھے شیخ پہلا شخص ہے جس نے اس کی ابتدا کی۔ خسرو، شرف، جہاں قزوینی نے اس کو ترقی دی اور وحشی یزدی پر اس کا خاتمہ ہوگیا۔

شیخ کی غزلوں کی حسن قبول کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ جو خیالات ادا کرتا ہے عموماً وہ ہوتے ہیں جو عشاق و ہوس پیشہ لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اس مذاق کے لوگ اُن اشعار کو سنتے ہیں تو اُن کو نظر آتا ہے کہ کوئی شخص اُن ہی کے خیالات کی سفارت کرر ہا ہے اور ایسی دلنشین اور موثر طریقہ سے کرر ہا ہے کی خود نہیں کر سکتے تھے مثلاً عشق پر ملامت کرنے کے وقت عاشق کے دل میں عموماً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کوئی نئی بدعت نہیں سبھی اس مرض میں مبتلا ہیں اور اچھی صورت کی طرف دل کا نہ کھنچتا ہوتو نہیں ہوسکتا شیخ اسی خیال کو نہایت برجستگی اور صفائی سے ادا کرتا ہے۔

عشق بازی نہ من آخر بہ جہاں آوردم — یا گنائی است کی اول من مسکیں کردم
گر کند میل یہ بہ خوباں، دل من خردہ مگیر — کیں گنا ہیست کہ در شہر شا نیز کنند
حدیث عشق اگر کوئی گناہ است — گناہ اول زحوابو دوآدم
دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم — باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

(۲)

شیخ نے بعض جگہ معمولی واقعات اور حالات کو اس پیرایہ میں دکھائے ہیں کہ نہایت عجیب ہوجاتا ہے۔ مثلاً معشوق کی وفائی کو جو ایک عام بات ہے اس طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

فریاد دوستان ہم دست دشمن است — فریاد سعدی ازدل نامہربان دوست

یعنی اور لوگ تو دشمن کے ہاتھ سے نالاں ہوئے ہیں۔ سعدی کی بدقسمتی دیکھو کہ اس کو دوست اور معشوق کے ہاتھ سے فریاد کرنی ہے۔ مثلاً یہ شعر

ہر کسی از دست غیر نالہ کند — سعدی ازدست خویشتن فریاد

ہر شخص اپنے کیے کو بھگتتا ہے اور یہ ایک معمولی بات ہے۔ شیخ نے اسی بات کو طرز ادا سے ایک اعجوبہ بنادیا ہے۔ یعنی اور لوگ تو غیروں سے فریاد کرتے ہیں سعدی خود اپنے آپ سے فریاد کرتا ہے، یا مثلاً یہ شعر

مبارزن جہاں قلب دشمنان شکند   تراچہ شدکہ ہم قلب دوستان شکنی

فارسی شاعری میں سعدی کا مقام ذیل کے مصرعوں سے ہوجاتا ہے جوکہ زبان زد ہیں

در شعر سی تن پیمبرانند   ہر چند کہ لانبی بعدی

ابیات وقصیدہ و غزل را   فردوسی وانوری وسعدی

یہ مصرعے فارسی شاعری کی ایک بہت بڑی سچائی کو بیاں کرتے ہیں یہاں تین شاعروں کو فارسی شاعری کا پیغمبر مانا جاتا ہے جن میں ایک سعدی بھی ہیں ان تینوں کے میداں کار مختلف ہیں ۔یعنی فردوس ابیات میں پیغمبر کا درجہ رکھتا ہے۔تو انوری قصیدہ گوئی میں اور سعدی کو غزل کے میدان پیغمبرانہ مقام حاصل ہے۔یہی نہیں سعدی کا ایک اور میدان ہے اور وہ ہے اخلاقی شاعری کا جس کا دو بے مثال نمونے گلستان اور بوستان کی شکل میں موجود ہیں۔فارسی شاعری کو عالمی ادب کا امام بنانے میں جن شاعروں کا یوگدان ہے ان میں سعدی سرفہرست ہیں ان کی غزل گوئی لاجواب ہے۔اور کسی بھی بڑے سے بڑے شاعر کے کلام کے مقابلے میں ان کی غزل کو رکھا جا سکتا ہے۔طوطی ہندوستان حضرت امیر خسروؒ بھی سعدی کو اپنا روحانی استاد مانتے ہیں اور اُن کی تقلید میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ (۷)

امیر خسرو شیخ کی غزل گوئی کی تعریف کر کے لکھتے ہیں۔

لیک اگر سوی دگر یازی دست   شعر شان ہست بداں گونہ کہ ہست

خواجہ حافظ شیرازی نے غزل کو معجزہ بنادیا تاہم کہتے ہیں۔

اُستادغزل سعدی است پیش ہمہ کسی اما

شیخ کے زمانے سے پہلے جو شعرا گزرے ہے وہ عشق کے زخم خوردہ نہ تھے۔ان میں سے بعضوں نے تو سرے سے عشق کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا بعضوں نے حسن سخن کے لیے اُس سے کام لیا لیکن وہ نرے الفاظ ہی تھے۔اندر کچھ نہ تھا شیخ کے زمانہ قوم کے شجاعانہ جذبات فنا ہو چکے تھے۔اس لیے زندگی کا جو کچھ سہارا رہ گیا تھا۔یہی عشق وعاشقی تھی حسن اتفاق سے شیخ میں یہ جزبہ

فطری تھا۔اور چونکہ وہ تمام عمر ہر قسم کے دینوی تعلقات سے آزادرہا۔اس لیےاس جذبہ کی گرمی اور تیزی اس طرح مشتعل رہی اسی آگ کے شعلے میں جو اس کی زبان سے نکلے ہیں اس نے معشوقوں کے جوروستم اور بےمہری اور بےوفائی کے جاں گداز صدمے اُٹھائے ہیں اس لیے اس کا سینہ درواد رسوز و گداز کا آتش کدہ ہے۔ (۸) اشعار ذیل سے اس کا اندازہ کروں۔

خبر مابرسانیدہ ومرغان چمن که ہم آواز شمادر قفسے افتادہ است
گر ولے داری بہ دلدار ے ضائع آں کشور کہ سلطانیش نیست
ماجرائے عقل پر سیدم زعشق گفت معزول است و فرمانیش نیست
گفستم کہ عشق رابہ صبوری دوا کنم ہر روز عشق بیشتر و صبر کمتر است

شیخ سے پہلے غزل میں جو مضامیں ادا کیے جاتے تھے صاف سرسری طور پر ادا کر دیتے تھے۔شیخ نے طرز ادا میں بہت سی جدتیں کیں اور بیان کے نئے نئے اسلوب پیدا کیے۔وہ ایک معمولی سی بات کو لیتے ہیں اور طرز ادا سے اس میں اعجوبگی پیدا کر دیتے ہیں۔مثلاً اُن کو کہنا یہ تھا کہ گناہ سب کرتے ہیں اور ہم ریا کاری سے چھپاتے نہیں۔اس مضمون کو سعدی اس طرح ادا کرتے ہیں:

ہیچ کسی بےدامن ترنیست امادیگراں بازمی پوشند و مابرآفتاب امگندہ ایم

شعر کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کون نہیں کرتا۔فرق یہ ہے کہ اور لوگ چھپاتے ہیں اور ہم علانیہ کرتے ہیں شیخ کے بعد اگرچہ غزل کی بہت ترقی ہوئی اور خواجہ حافظ نے اس عمارت کو اس قدر بلند کر دیا کہ طائر خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا لیکن غور سے دیکھو تو اکثر مضامین اور طرز خیال کی داغ بیل شیخ نے ڈالی تھی۔مثلاً

سعدی اے بلبل اگر نالی،من باتو ہم آوازم
حافظ۔ بنال بلبل،اگر بامنت سر یاری است
سعدی ۔ توعشق گلے داری من عشق گل اندامے

حافظ۔ کہ مادوعشق حافظ زارہم وکارمازاری است

خواجہ حافظ نے نہایت لطیف طریقہ سے اس مضمون کوادا کیا ہے لیکن اصل خیال کہ بینادہی شیخ کا شعر ہے:

اے قافلہ سالار چنیں تند چہ رانی تو دستگیر شیوا یے خضر پے خستہ کہ من

آہستہ کہ درکوہ دگر باز پسانند پیادہ مہردم وہمر یاں سورانند

☆☆☆

حوالہ جات:

ا۔ ڈاکٹر محمد ریاض، فارسی ادب کی مختصرترین تاریخ، ص۔76

۲۔ رضازادہ شفق، تاریخ ادبیات ایران، ص۔332

۳۔ ایضاً، ص۔341

۴۔ ایضا، ص۔348

۵۔ شبلی نعمانی، شعرالعجم، ص۔82

۶۔ ایضاً، ص۔83

۷۔ فارسی ادب کی مختصرترین تاریخ از ڈاکٹر صدیق شبلی، ص۔۷۷

۸۔ ایضاً، ص۔۸۷

۹۔ تاریخ ادبیات ایران از ڈاکٹر رضازادہ شفق، ص۔۴۳۳

☆☆☆